ذنوب محمدیہ

علامہ جی ایل ٹھاکرداس

1905

WWW.NOOR-E-HAYAT.COM

WAS MUHAMMAD A SINNER?

By

The Late Allama G.L.Thakurr Dass

ذنوبِ محمدیہ

تصنیف

علامہ جی ایل ٹھاکرداس

بجوابِ خیالات مرزا غلام احمد قادیانی

Rev.G.L.Thakurr Dass

1852-1910

ذنوبِ محمدیہ

مرقومہ علامہ جی ایل ٹھاکرداس

سورہ محمد کی آیت ۱۹میں حضرت محمد ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی ہے **وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ** یعنی بخشش مانگ اپنے گناہ کے واسطے ہ(گناہ)ایمان والوں کے۔اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے سامنے حضرت محمد ﷺ اور اس کے مومن یکساں گنہگار بخشش کے محتاج ہیں۔

مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت میں ذنب کے دو قسم کے معنے کئے ہیں۔

(۱)اور لوگوں کے حق میں ذنب کے معنی گناہ ہیں۔

(۲)حضرت محمد ﷺ کی رعایت میں معنی انسانی فطرت کی کمزوری۔

مسٹر اکبر مسیح صاحب نے اپنے رسالہ ابطال مرزا کے صفحہ ۲۹و۵۲میں ذنب کے معنی پر بحث کی ہے اور عربی لغت اور قرآن سے واضح کیا ہے کہ ذنب کے معنی گناہ ہیں اور ذنب کرنے والا مجرم اور دوزخی ہے۔اگرچہ مرزا صاحب کو ذنب کے اس معنی سے انکار نہیں۔(صفحہ ۳۸)تاہم آیت منقولہ بالا کے یوں معنی کئے ہیں کہ "خدا سے مانگ کہ وہ تیری ذات کو جسم کی کمزوری سے محفوظ رکھے اور تجھکو تقویت بخشے کہ اس کمزوری سے مغلوب نہ ہو جائے اور بطور شفاعت کے ان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی دعا کر جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں تاکہ وہ ان خطاؤں کی سزا سے بچائے جاویں جو ان سے سرزد ہو چکیں (صفحہ ۳۱)تاویل مرزا جی کی اپنی طبعزاد نہیں کہی جاسکتی کیونکہ اہل اسلام نے کل انبیاء اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ایک تعظیمی رائے گھڑ چھوڑی ہوئی ہے کہ کل نبی معصوم ہیں اور استغفار ذنب کے معنی اس رائے کے دباؤ میں کرتے ہیں اور متن کا حق ادا نہیں کرتے۔اگرچہ انبیاء اور حضرت محمد ﷺ نے مثل اور آدمیوں کے گناہ کئے اور وہ بائبل اور قرآن میں مندرج ہیں اور ان کے لئے استغفار بھی بتلایا گیا ہے تو بھی یہ تعظیمی گھڑنت مقدم ہے کہ کل نبی معصوم ہیں۔چنانچہ اس امر میں پادری سیل عقاید اسلامیہ کے صفحہ ۱۷۶میں مسلمانوں کا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ "عام رائے یہ ہے کہ کل نبی گناہوں سے پاک اور خواہ کبائر سے ہوں صغائر سے ہوں اور احیاناً اگر کچھ ضعف کے آثار ان سے سرزد بھی ہوں تو بمنزلہ ایسے قصور یا کوتاہی کے متصور ہوتے ہیں جو گناہ کی حد تک نہیں پہنچتے۔اگرچہ قرآن کے بیانات اس عقیدہ کے برخلاف میں تو بھی یہ عقیدہ موجود ہے۔اور مرزا جی کی تاویل ذنب پر کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اسی پرانی لکیر پر لکیر کھینچی ہے۔

(۱)انسانی فطــرت کی کمــزوری

مرزاصاحب انسانی فطرت کی کمزوری کوذنب ہی کارنگ بتلاتے ہیں۔اس لئے معلوم کرناچاہیے انسانی فطرت کی کمزوری کیاہے ؟اس میں کیا کچھ شامل ہے ؟اس کامخرج کیاہے ؟

قرآن شریف میں اس کاذکریوں آیاہے۔يُرِيدُ اللهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفًا یعنی ارادہ کرتاہے اللہ کہ ہلکا کرے تم سے اورپیدا کیاگیاآدمی ناتواں (سورہ نسارکوع ۴آیت ۲۸)اور حضرت محمد ﷺ اپنی نسبت لکھتے ہیں کہ میں بھی اور آدمیوں کی طرح ایک بشر ہوں۔سورہ رحم السجدہ ع 1آیت ۵قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہو مانند تمہارے۔لہذا بشریت کی فطرت کی فطرتی کمزوری میں حضرت محمد ﷺ مثل اور آدمیوں کے ٹھہرے اور انسانی فطرت کی کمزوری کچھ انبیاء ہی خصوصیت نہیں تھی۔یادرہے کہ دین اسلام کے اصول فطرت انسانی کی کمزوری کے لحاظ سے ایسے بنے ہیں جیسے کہ مروج ہیں۔جیساکہ شمش العلمامولاناحافظ نذیراحمد خان صاحب نے رہبانیت پرایک الیکچر میں اصرار کیاتھااور جوانجمن حمایت اسلام کے ماہواری رسالہ مطبوعہ ۱۵جون ۱۹۰۲ءکے ضمیمہ نمبر ۱۸میں شائع ہواتھا۔اوراخبار نور افشاں مطبوعہ ۲۲اگست ۱۹۰۲ءاور ستمبر ۱۹۰۲ءمیں کمترین (یعنی راقم الحروف)نےاس کاجواب دیاتھا۔

(۱)جانناچاہیے کہ قرآن کے مطابق اگر خدانے انسان کو کمزورپیدا کیاہے توانسان کی فطرت کی کمزوری کوکمزوری نہیں کہہ سکتےاور نہ اس کے فعل فعل بدہوسکتے ہیں اور نہ ان کاتدراک درکارہے۔کیونکہ یہ فطرتی کمزوری توصریحاًمنشاالہیٰ ہے۔اوراصول اسلامیہ بھی اسکے مساوی کہے جاتے ہیں۔

(۲)یہ انسانی فطرت کی کمزوری فقط نبیوں ہی میں نہیں بلکہ کل نوع انسان میں بتلائی گئی ہے۔آیت منقولہ میں نوع انسانی کاصریحاًذکرہے اور نبی بہ سبب انسان ہونے کے اس فطرتی کمزوری کے حصہ دار تھے۔لہذا فطرتی کمزوری کی وجہ سے صرف نبیوں ہی کو نہیں بلکہ کل بنی آدم کو معصوم کہنا چاہیےاور جس جس نے گناہ کیااس کو گنہگار جانناچاہیے خواہ نبی ہواورخواہ کوئی اور۔

(۳)یہ فطرتی کمزوری ایک حالت ہے۔اور خدانے انسان کو کمزور حالت میں پیدا کیاہے لہذاانسان اس کے دفیعہ کے لئے کیوں معافی مانگے اور کس سے مانگے ؟یہ کمزوری تومنشاالہیٰ ہےاوراس کودورکرنے کے لئے دعاکرنامنشاالہیٰ کے خلاف ہوگا۔پس اگر مرزاجی والی انسانی کمزوری کااشارہ قرآن والی انسانی فطرتی ناتوانی کی طرف ہے تب تومرزاجی کی چال درست نہیں اور محمد ﷺ کی معافی غلط تھی۔

(۴)اس موقعہ پریہ جتادینامناسب ہے کہ قرآن کی یہ تعلیم بائبل کی تعلیم کے مطابق نہیں ہے بائبل کایہ اظہارہے کہ "خدانے انسان کواپنی صورت پرپیدا کیا"(توریت شریف کتاب پیدائش رکوع ۱آیت ۲۷)۔"خدانے انسان کوراست بنایااورانہوں نے بہت سی بندشیں تجویزکرکے باندھیں "(بائبل مقدس واعظ رکوع ۷آیت ۱۹)ان بندشوں میں سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ "خدانے انسان کوضعیف بنایابائبل کے بیان سے یہ حاصل ہے کہ انسان نے گناہ کرکے اپنے آپ کوضعیف بنالیاکہ نیکی کرنے کی قابلیت اس میں نہ رہی۔مگر خدانے اس کوپاک اورراست فطرت دی تھی۔پس اگر

محمد ﷺ اس گری ہوئی کمزور فطرت کے لئے دعا کرتے تھے کہ بحال ہو جاوے تب تو اچھا کرتے تھے اور اس سے یہ بات قائم ہو گی کہ آپ کو اپنی فطرت انسانی ذنب کے سبب سے کمزور محسوس ہوتی تھی۔

(۲) ذنوبِ محمد ﷺ بقول مرزا غلام احمد

مرزا جی لکھتے ہیں کہ لفظ ذنب کا اطلاق انسانی فطرت کی کمزوری پر بھی ہوتا ہے (ابطال مرزا صفحہ ۳۶)۔ مگر آپ نے حضرت محمد ﷺ کی انسانی فطرت کی کمزوری کی کوئی مثال نہیں دی جس کو دور کرنے اور جس سے محفوظ رکھے جانے کے لئے وہ دعا کیا کرتے اور صرف گول مول بات بنائی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کی یتیمی اور لڑکپن کی غریبی اور ناخواندہ ہونا تو انسانی ذات کی کمزوریاں نہیں ہو سکتی تھیں۔ ایسی حالت دنیا میں اور ہزاروں کی ہوتی ہے۔ اور یہ صرف بیرونی حالات کی تبدیلیوں کا اثر یا دباؤ تھا جن کے دور ہو جانے سے خوشحالی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ بھی ابو طالب کی ہمدردی اور مہربانی سے اچھی حالت میں ہو گئے تھے اور اس نے آپ کی شادی خدیجہ نام ایک مالدار بیوہ سے کرا دی تھی اور اس بندوبست سے آپ مکہ کے دولتمندوں کے برابر ہو گئے تھے۔ مگر ذنوب کی فطرت کے لئے دعائیں تو بعد شروع ریات کی گئی تھیں۔ اور بقول مرزا صاحب انسانی ذات کی کمزوریوں کے واسطے کی گئی تھیں۔ علاوہ اس مذکورہ حالت کے یہ بھی خیال رہے کہ حضرت محمد اپنے انسانی وجود میں صاحب حوصلہ اور جنگی مرد اور بہت عورتوں پر قادر آدمی تھے۔ آپ کی انسانی ذات کی یہ سب خوبیاں قرآن میں ملتی ہیں۔ پھر وہ کمزوری کیا تھی جس کو ذنب یعنی گناہ جانکے بخشش مانگا کرتے تھے؟ حضرت محمد ﷺ اپنی بابت قرآن میں ایک خاص بات کا ذکر کرتے ہیں جس کو آپ کی انسانی کمزوری کہا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ شیطان کے اور جادو کے مغلوب تھے اور ان کے اثر سے ڈرتے اور پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ سورہ آل اعراف ع ۲۲ آیت ۲۰۰ **وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ** یعنی اور اگر وسوسہ ڈالے تجھ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ ڈالنے والا پس پناہ پکڑ اللہ کی۔ پھر سورہ الفلق اور سورہ الناس (قرآن کی آخری سورتیں) میں ہے **قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِن شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ وَمِن شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ** یعنی پناہ پکڑتا ہوں میں صبح کے پروردگار کی برائی پھونکنے والوں کی سے بیچ گرہوں کے اور برائی حسد کرنے والوں کی سے جب حسد کرے ظاہر ہے کہ اس کمزوری کے لئے استغفار نہیں کرتے تھے خدا کی پناہ مانگا کرتے تھے لہذا استغفارِ ذنوب سے اس کمزوری کو جدا رکھنا چاہیے یہ کمزوری البتہ اندیشہ ناک تھی اور متقاضی ہے کہ لوگوں حضرت محمد کے بارے میں بڑے محتاط ہوئے۔ مگر خیر اس کمزوری کو جانے دو کیونکہ۔

انسانی فطرت کی کمزوری کو ہم مسیحی بھی مانتے ہیں۔ اور مرزا جی اپنے اس قول سے کہ "لفظ ذنب کا اطلاق انسانی فطرت کی کمزوری پر بھی ہوتا ہے" مسیحی تعلیم کو قبول کرتے ہیں کہ انسان نسلاً بھی گنہگار ہے اور حضرت محمد ﷺ اس صیغہ سے باہر نہیں ہیں۔ یعنی نسلاً گنہگار ٹھہرتے ہیں انسان کی فطرتی کمزوری سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ گناہ کے سبب انسان بذاتہ کمزور اور لاچار ہو گیا ہے۔ گناہ کا تسلط ہے کہ اس کی فطرت ہی گناہ آلودہ

ہو گئی ہے۔اوراس کے برے نتیجوں سے محفوظ رہنے کے لئے روح القدس کی مدد مانگنا بہت ہی ضروری امر ہے۔انسان کی یہ کمزور فطرت اس کے اعمالی گناہوں کا موجب ہوتی ہے مشاہدہ سے اور بائبل سے یہ حقیقت ظاہر ہے۔پروردگار نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال زور بروز صرف بد ہی ہوتے ہیں(توریت شریف کتاب پیدائش رکوع ۷ آیت ۵)۔"انسان کون ہے کہ پاک ہو سکے ؟اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یعقوب رکوع ۱۵ آیت ۱۴)"دیکھ میں نے برائی میں صورت پکڑی اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا۔"(زبور شریف رکوع ۵۱ آیت ۵)"میرے جسم میں کوئی نیکی بسی ہوئی نہیں(انجیل شریف خط اہل رومیوں رکوع ۷ آیت ۱۸)ان میں ہم بھی سب کے سب پہلے اپنے جسم کی خواہشوں میں زندگی گذارتے اور جسم اور عقل کے ارادے پورے کرتے تھے اور دوسروں کی مانند طبعی طور پر غضب کے ماتحت تھے۔(انجیل شریف خط افسیوں رکوع ۲ آیت ۲)۔انسان کی فطرتی کمزوری یہ ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ (۱) نیک کام مجھ سے بن نہیں پڑتے۔(خط رومیوں رکوع ۷ آیت ۱۸)اور (۲) یہ ہے کہ طبعی طور پر غضب کے ماتحت ہیں۔"گناہ انسان میں ایک عادت یا طبعیت ثانی ہو گیا ہے اور وہ خود اس کو بدل نہیں سکتا۔چنانچہ اس کی چیتے کے داغوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ۔دیکھو(صحیفہ حضرت یرمیاہ رکوع ۱۳ آیت ۲۳)۔پس اگر مرزا صاحب اپنے قول پر قائم ہیں کہ حضرت محمد ﷺ میں ذنب یعنی انسانی فطرت کی کمزوری تھی تو انسانی فطرت کی کمزوری یہ ہے جو ہم نے بائبل سے ثابت کی ہے اور اس سے حضرت محمد ﷺ کا مثل دیگر آدمیوں کے نسلاً یا فطرۃ ذنب ہونا ثابت ہے۔اور حضرت محمد ﷺ کا مغفرت مانگنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ اپنی اس طبعی کمزور حالت کو خوب محسوس کرتے تھے اور ہم مانتے ہیں کہ اچھا کرتے تھے۔بشر طیکہ توبہ کے لائق پھل لاتے رہے تھے۔

(۳)۔ذنوبِ محمدیہ ﷺ از روئے قرآن

حضرت محمد ﷺ کی فطرتی کمزور حالت کا احوال تو ہم نے مرزا صاحب کے قول کی رو سے معلوم کیا کہ کیا تھا۔مگر قرآن میں آپ کی حالت کا نہیں بلکہ افعال کا ذکر ہے۔اس میں جہاں کہیں ذنب کا ذکر آیا ہے وہاں برے فعل سے مراد ہے اور ایسے فعل جو انسان کو مجرم اور سزا کے لائق قرار دیتے ہیں۔سورہ یوسف ع ۳ آیت ۲۹ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ یعنی بخشش مانگ اے عورت واسطے گناہ اپنے تحقیق تو ہے خطاکاروں سے۔اس آیت میں ذنب کرنے والے کو خطاکار قرار دیا ہے۔سورہ القصص ع 7 اور نہیں پوچھے جاتے گناہوں اپنے سے مجرم لوگ۔اس آیت میں یہ ظاہر ہے کہ آدمی گناہ(ذنب) کرنے سے مجرم ٹھہرتا ہے۔اور حضرت محمد ﷺ کو بھی مثل عورت مذکورہ کے ہدایت کی گئی کہ اپنے ذنوب یعنی برے کاموں کی بخشش مانگ جن کا احوال قرآن میں حسب ذیل آیا ہے۔

اولاً لفظ ذنب فقط حضرت محمد ﷺ کے گناہوں کے واسطے کوئی مخصوص لفظ نہیں بلکہ اور لوگوں کے گناہوں پر بھی بولا گیا ہے اور ہر قسم کے گناہ کے واسطے عام طور پر بولا گیا ہے دیکھو سورہ شمس آخری آیت فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِذَنبِهِمْ فَسَوَّاهَا یعنی پس ہلا کی ڈالی ان کے اوپر ان کے رب نے بہ سبب گناہ ان کے پس برابر کر دیا۔اس آیت میں پروردگار کی اونٹنی کو مارنا ذنب کہا گیا اور اس ذنب کی سزا ہلاکت ہوئی۔پس ظاہر ہے

کہ ذنب ایسے گناہ پر بولا جاتا تھا جو ہلاکت کا باعث تھا۔اور ممکن ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے ذنوب بھی ایسے تھے جو ہلاکت کا موجب ہوتے اور اسلئے بچاؤ کے واسطے معافی مانگنے کی ہدایت کی گئی۔ پھر سورہ احزاب رکوع ۸ میں اور سورہ زمر رکوع ۵ میں یہ لفظ لوگوں کے ہر قسم کے گناہوں کے لئے بولا گیا ہے۔یعنی واسطے تمہارے گناہ۔اور یعنی تحقیق اللہ بخشتا ہے گناہ سارے۔اسی طرح یہ لفظ ذنب حضرت محمد ﷺ کی محض کسی کمزور حالت سے مراد نہیں رکھتا ہے بلکہ سارے گناہوں کو شامل کرتا ہے خواہ کبیرہ تھے خواہ صغیرہ۔دیکھو سورہ فتح آیت ۱و۲ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا یعنی تحقیق فتح دی ہم نے تجھ کو فتح ظاہر ۔تاکہ بخشے تجھ کو خدا جو پہلے ہوئے تھے تیرے گناہ اور جو پیچھے ہوئے اور تمام کرے اپنی نعمت تجھ پر۔اور دکھاوے تجھ کو راہ سیدھی اس کی شرح پر علماء اہل اسلام متفق نہیں ہیں۔اور ذنب کے داغ کو حضرت محمد ﷺ پر سے مٹانے کے لئے کئی ایک تاویلیں کی گئی ہیں۔(۱) جو کچھ وحی کے آنے سے پہلے یا بعد گذرا ہے وہ خدا نے معاف کر دیا۔(۲) فتح مکہ سے پہلے یا بعد کچھ ہوا۔یا(۳) قبل از نزول اس آیت کے (۴) مفسر سلمی نے فرمایا کہ ماتقدم سے مراد آدم کے گناہ ہیں۔آدم کے گناہ کو آپ سے اسلئے منسوب کیا ہے کہ گناہ کے وقت آپ صلب آدم میں تھے اور ماتاخر سے مراد امت کے گناہ ہیں۔امت کے گناہوں کو بھی آپ سے منسوب کیا اس سبب سے کہ آدم کے گناہ امت کے گناہوں کے پیشرو اور موجب تھے۔امام صاحب یہ تاویل تو عمدہ تجویز ہے مگر کسر یہہ ے کہ یہ منسوبیت قرآن کے کسی مقام سے مصرح نہیں ہے۔ بر عکس اس کے امت کے گناہوں کی معافی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی جدا جدا ہدایت ہوئی ہے۔دیکھو سورہ محمد رکوع ۱۰ امت کے گناہ حضرت محمد ﷺ کے گناہ قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ہمارے نزدیک پہلے معنی صحیح ہیں اور باقی تاویلیں ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے تیئں معصوم نہیں جتایا جیسا کہ مقتدی جتایا چاہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت محمد نے قرآن میں آدم اور ابراہیم اور موسیٰ کو بھی استغفار پڑھنے والے جتایا ہے۔(سورہ اعراف آیت ۲۴۰، سورہ ہود آیت ۴۹، سورہ نوح آیت ۲۹ اور سورہ قصص آیت ۱۵و۱۶)۔ اس لئے اگر اپنے تیئں بھی استغفار پڑھنے والا جتایا تو اس میں کیا برا کیا؟ کچھ نہیں وہی کیا جو اور نبیوں نے کیا تھا اور اپنے آپ کو سابقہ رسولوں کی مانند ایک رسول کہا تھا(آل عمران رکوع ۵ آیت ۱۴۴)۔

ثانیاً دریافت کرنا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کے ذنوب کیسی باتوں یا فعلوں کو شامل کرتے تھے کہ ان کے لئے بخشش مانگنی پڑی ظاہر ہے کہ وہ ایسے نہیں تھے کہ بلا بخشش مانگے بے عقوبت رہتے ورنہ معافی کی ضرورت نہ تھی۔تاہم ذرہ اور آگے بڑھیں اور دیکھیں کہ وہ ذنوب کس قسم کے تھے سو واضح ہو کہ قرآن میں سب سے بڑا اور سب سے برا گناہ وہ ہے جس کو ضال لکھا ہے یعنی گمراہی۔اگر خدا کسی کو گمراہی میں ڈالے یا انسان آپ ہی اس میں پڑا رہے تو اس کے لئے بخشش نہیں عذاب یقینی ہے۔یہ لفظ ضال پہلے ہی پہل سورہ فاتحہ کے آخر آیا میں ہے۔ضالین ایسے نالائق قرار دیئے گئے ہیں کہ ان سے بچے رہنے کے لئے سورہ فاتحہ میں خاص دعا مانگی گئی ہے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔اور جن کو خدا ضلالت میں ڈالے ان کا نہ کوئی ولی ہے اور نہ کوئی اور سلیل بچنے کی ہے۔سورہ شوریٰ رکوع ۴ یعنی جس کو گمراہ کرکے اللہ پس نہیں واسطے اسکے کوئی ولی پیچھے اس کے۔اور بھی دیکھو سورہ مومن رکوع ۷ اب یہی لفظ ضال حضرت محمد ﷺ کے حق میں بھی آیا ہے دیکھو سورہ ضحیٰ آیت ۷ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ یعنی اور پایا تجھ کو (گمراہ) جن کے بر خلاف سورہ فاتحہ میں دعا کی گئی ہے اور سورہ فتح آیت ۱و۲ کا جو اقتباس اوپر دیا گیا اس میں یہ لکھا پایا کہ "بخشے تجھ کو پروردگار تیرے ذنب دکھاوے تجھ کو

راہ سیدھی۔ تو ظاہر ہے کہ آپ کا ضال ایسا ذنب تھا کہ اگر خدا سیدھی راہ نہ دکھاتا تو آپ ہلاک ہو جاتے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے ضال وذنب کا یہی حال خود ظاہر کیا ہے کیونکہ جب وہ اپنی تمام گمراہی اور خطاکاری کو یاد کرتے تو سوائے استغفار کے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور اس حال میں اپنے گناہوں کی بخشش مانگنا تعریف کے لائق کام تھا۔ سب گنہگاروں کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

ثالثاً۔ حضرت محمد ﷺ کے ضال وذنوب کا احوال مذکورہ ہم نے قرآن سے صاف معلوم کیا اب گناہ کی نسبت علماء اسلام کا مسلم عقیدہ بھی دیکھیں کہ کیا کہتا ہے۔ اور اس کے لئے ہم سیل صاحب کی کتاب عقائد اسلامیہ کے چوتھے باب سے اقتباس کرتے ہیں۔ جس میں عقائد اسلام کا تذکرہ یہ صاحب یوں لکھتے ہیں کہ "مسلمانوں میں گناہ کی تفریق ہے بعض گناہ کبیرہ میں یعنی بڑے گناہ اور بعض صغیرہ یعنی چھوٹے گناہ میں، قتل اور زنا، اور خدا کی اور ماں باپ کی نافرمانی یتیموں کو غارت کرنا، زنا کی تہمت لگانی، جہاد سے بچنا، شراب پینا، رشوت دینا یا لینا، جمعہ کی نماز اور رمضان کے روزوں میں سستی کرنی، ناانصافی عیبت، بدیانتی، قرآن کو پڑھ کر بھول جانا سچی گواہی سے محترز ہونا یا جھوٹی گواہی دینی بے سبب جھوٹ بولنا (صراط اسلام صفحہ ۱۸) جھوٹی قسم کھانی یا سوائے خدا کے دوسروں کی قسم کھانی، ظالم حاکموں کی خوشامد کرنی، جھوٹا فیصلہ کرنا، کم تولنا یا ناپنا جادو قمار بازی، کفر کی رسوم کو پسند کرنا، خدا پرستی پر فخر کرنا، مردوں کا نام لے کر چھاتی پیٹنا، ناچنا، گانا، بجانا، موقعہ پاکر لوگوں کو خدا کے اوامر اور نواہی سے متنبہ کرنا، حافظ کی تعظیم نہ کرنی، داڑھی منڈانی، جب حضرت محمد ﷺ کا نام آئے درود نہ پڑھنا۔ تکمیل الایمان صفحہ ۱۸) یہ سب گناہ کبیرہ میں اور بغیر واجبی توبہ کے ان کی بخشش نہیں۔ صغائر البتہ نیک کام کرنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ (سورہ ہود آیت ۱۱و۱۳)۔

اس عقیدہ سے بھی ظاہر ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے بخشے نہیں جاتے۔ اس سے یہ صریح نتیجہ حاصل ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے جو بار بار اپنے گناہوں کی بخشش مانگی اور خدا نے بھی ان کو ضال قرار دیا تو ضرور وہ گناہ کبیرہ میں سے کئی ایک کے مرتکب ہوئے تھے۔ صغیرہ کے لئے معافی درکار نہیں۔

اہل اسلام کے لئے یہ انصاف اور سچائی سے فکر کرنے کا محل ہے کہ ایک طرف تو قرآن میں حضرت محمد کو خدا کہتا ہے کہ تو ضال (گمراہ) تھا اور **وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ** کا حکم دیتا ہے اور بموجب اس کے حضرت محمد ﷺ معافی مانگتے رہے۔ اور دوسری طرف انجیل میں سیدنا عیسیٰ مسیح کو اپنا پاک اور پیارا بیٹا کہتا ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا رکوع ۱ آیت ۳۵، حضرت متی رکوع ۳ آیت ۱۷)۔ اور سیدنا عیسیٰ مسیح اپنی بابت یوں فرماتے ہیں کہ "تم جانو کہ ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے۔ (حضرت متی رکوع ۹ آیت ٦) ان میں سے کون مقتدا ہونے کے لائق ہے۔

(۴) عصمت انبیاء اور ذنوب محمد ﷺ

اہل اسلام نے عصمت انبیاء کی بابت جو عقیدہ بنایا ہوا ہے صرف ایک تعظیمی گھڑنت ہے۔

اگر حضرت محمد ﷺ انبیا کی عصمت کے قائل ہوتے تو ان کے اور اپنے ذنوب کا ذکر نہ کرتے اور نہ ان کے استغفار کا۔ اور دیگر یہ کہ اگر معاف کئے جانے کی بنا پر انبیاء کی عصمت کا خیال یا لحاظ ہوتا تو ان کے قصوروں کا قرآن میں مکرر ذکر نہ سناتے بلکہ وہ صورت اختیار کرتے جو سیدنا عیسیٰ مسیح

اور آپ کے رسولوں نے انجیل شریف میں اختیار کی ہے کہ آدم اور دیگر انبیاء کی گنہگاری کا چرچا نہیں سنایا کیونکہ اس کا ذکر ہو چکا تھا بلکہ غالباًان کی مغفور حالت کے سبب ان کی برائیوں کو یاد نہ کیا" جن کے گناہ بخشے گئے اور خطائیں ڈھانپی گئیں (زبور شریف رکوع ۳۶ آیت ۱)۔ پروردگار نے اپنے وعدے کے مطابق ان کی بدیوں کو پھر یاد نہ کیا۔ بلکہ ان کے نیک نمونے پیش کئے ہیں۔ (خط عبرانیوں رکوع ۱۱)۔ حضرت محمد ﷺ نے جو انبیاء کی گنہگاری اور عفو کا چرچا کیا ہے تو اس میں اپنی گنہگاری اور استغفار کے لئے ایک مستند آڑ بنائی۔ جیسا لوگوں سے جھٹلائے جانے میں (سورہ ملائیکتہ آیت ۴)۔ اور جورو ئیں رکھنے میں سابقہ رسولوں کی نظریں پیش کی تھیں۔ (سورہ رعد آیت ۳۸ ع ۵)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی انبیاء کی عصمت قائم کرنے کے لئے انبیاء کی یہ تعریف بتلاتے ہیں۔ "انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح بکلی خدائے تعالیٰ کے تصرف میں ہوتے جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے۔ انبیاء نہیں بولتے جب تک خدا ان کو نہ بلائے اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے نہ کرائے۔ جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں وہ خدائے تعالیٰ کے احکام کے نیچے کہتے یا کرتے ہیں۔ اور ان سے وہ طاقت سلب کی جاتی ہے۔ جس سے خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ۔ "انبیا کو خدا نے ہر ایک قسم کی سزا سے ہمیشہ کے لئے بری ٹھہرایا ہے۔ "(از رسالہ ابطال مرزا صفحہ ۷ و ۱۱)۔

مرزا جی کی اس تعریف نبی اور بریت سزا سے بھی کوئی نبی بے گناہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اول تو مرزا نے یہ تعریف انبیاء کی حضرت محمد کے قول کی بنا پر تجویز کی جو اپنے بھلے برے کاموں کو خدا ہی کے ذمے لگا دیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ محمد کو بدی کرنے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً زینب کے بارے میں یہ حکم سنایا۔ سورہ احزاب آیت ۳۷ و ۳۸ ع ۲) وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ

ترجمہ: اور جس وقت کہ تو کہتا تھا واسطے اس شخص کے کہ نعمت رکھی ہے اللہ نے اوپر اس کے اور نعمت رکھی ہے تو نے اوپر اس کے تھام رکھ اوپر اپنے اپنی بی بی کو اور ڈر خدا سے اور چھپاتا تھا اپنے جی میں جو کچھ کہ اللہ ظاہر کرنے والا ہے اس کا۔ اور ڈرتا تھا تو لوگوں سے اور اللہ بہت لائق ہے اس کے کہ ڈرے تو اس سے۔ پس جب ادا کر لی زید نے اس سے حاجت بیاہ دیا ہم نے تجھے اس کو تا کہ نہ ہووئے اوپر ایمان والوں کے تنگی بیچ، بیبیوں اور لیپالکوں ان کے جب ادا کر لیں۔ ان سے حاجت اور ہم حکم خدا کا کیا گیا۔ نہیں ہے اوپر نبی کے کچھ تنگی بیچ اس چیز کے مقرر کیا ہے اللہ نے واسطے اس کے یہی حال دیکھئے کہ اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے اپنے تیئں اللہ کے حکم کے بس میں بے بس بتلا دیا۔

اسی طرح مصری کنیزک مریم کے بارے میں اس کو اپنے لئے حلال کرنے کا حکم سنادیا تھا۔ اور آخر میں کہہ دیا کہ سورہ تحریم آیت ا و ۲ يَا

أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ

أَيْمَانِكُمْ یعنی اے نبی کیوں حرام کرتا ہے اس چیز کو کہ حلال کیا ہے خدا نے واسطے تیرے تحقیق مقرر کردیا ہے اللہ نے واسطے تمہارے کھولنا تمہاری قسموں کا۔ اس میں بھی حضرت محمد ﷺ اپنی ایک اور خواہش پوری کرنے چاہتے تھے اور اس کے لئے اپنے تیئں بقول مرزا بالکل خدا کے تصرف میں بتلادیا۔

ان دونوں موقعوں پر حضرت محمد ﷺ جو لوگوں سے ڈر کے مارے بات چھپاتے اور ایک چیز کو حرام تصور کرتے تھے تو یہ بھی خدائے تعالیٰ ہے کی عنایت کی طرف منسوب ہونا چاہیے کیونکہ حضرت محمد ﷺ تو خود بولنے اور کام کرنے میں مردہ ہونگے۔

پھر سورہ اعراف آیت ۱۸۸ع قُل لاَّ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلاَ ضَرًّا إِلاَّ مَا شَاء اللّهُ کہ نہیں اختیار رکھتا ہے میں واسطے جان اپنی کے نفع کا اور نہ ضرر کا مگر جو چاہے اللہ یہ کیفیت حضرت محمد ﷺ کے نبی ہونے کی ہے جس نے اپنے بھلے برے قول و فعل کو خدا کے ذمے لگایا اور اس نامور کی کارگذاری کی بناپر مرزاجی نے اسی طرح کل انبیاء کو خدا کے تصرف میں بے بس اور مردہ بتلایا ہے اور اس صورت میں تو بے شک خدا مجبور ہے کہ ان کو ان کے گناہوں کی سزا سے بری رکھے۔ مگر انبیاء سابقین کے بارے میں ایسا گمان غلط ہے انہوں نے اپنے برے کام خدا کے ذمے نہیں لگائے اور نہ ان کے جواز کے لئے اپنے تیئں خدا کے بس میں بے بس جتایا بلکہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہے۔ اور معافی کی بناپر وہ سزا سے بری کئے گئے تھے۔

قرآن کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلمان کا مال لوٹ لینا۔ جو حضرت محمد ﷺ کو نہ مانے اس کو قتل کرنا غیروں کی عورتوں کا لالچ کرنا۔ قسم توڑ دینا۔ بدلا لینا، اور کعبہ پرستی حضرت محمد ﷺ جب ایسے کام کرتے اور کرواتے تھے تو ان سے خدا کرواتا تھا اور اس لئے ایسے گناہوں کی معافی مانگنے کی بھی آپ پروا نہ رکھتے ہونگے۔ ایسے کاموں کو اپنی انسانی ذات کی کمزوری نہیں بلکہ مردانگی سمجھتے تھے۔ اور استغفار صرف ذنوب ضال کے لئے کرتے تھے جیسا پہلے ذکر آچکا ہے۔

دوم۔ مرزاجی نے جو تعریف نبی کی بیان کی ہے وہ صرف محمد ﷺ کی خاطر تا ہم اس سے بھی کوئی نبی بے گناہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ معصومیت انبیاء دو حالتوں کے ماتحت تھی۔ ایک وہ جس میں مرزاجی نبی کو خدا کے تصرف میں مثل کل یا مردہ کے بتلاتے ہیں۔ یہ حالت الہام کی تھی۔ مگر ایسا تصرف خاص خاص صورتوں میں ہوتا تھا۔ جیسا رویا یا خواب کی حالت میں اور تسپر بھی نبی مثل کل کے نہیں ہو جاتے تھے بلکہ جیسے وہ بیرونی عالم کی چیزوں کو اپنی حواس خمسہ سے محسوس کرتے تھے یا اور لوگ کرتے ہیں۔ اور اس مشاہدہ کو یا اس کے مطابق لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی رویا یا خواب کے مشاہدوں کو محسوس کرنے کی حسس رکھتے تھے اور ان کو بیان کرنے کی فہمید رکھتے تھے۔ اور مردہ یا ناقص العقل دیوانوں کی طرح نہیں ہو جاتے تھے۔ گو مردہ پن کی حالت کی مثال دیوانگی کی حالت کی مثال سے بہتر ہوتا ہے تا ہم یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔ اس میں معصومیت صرف یہ تھی کہ مژدہ رسانی میں غلطی نہ کریں۔ دوسری حالت انبیاء کی اپنی اخلاقی شخصیت تھی اور عصمت زیر بحث اسی کے ماتحت تھی۔ اور مرزاجی کا یہ قول کہ

انبیاء کو خدانے ہر ایک قسم کی سزا سے ہمیشہ کے لئے بری ٹھہرایا"اس عصمت کے متعلق ہے۔ خیال رہے کہ سزا سے بری ٹھہرانا ان کے حق میں کہا جاسکتا ہو جو گناہ کر چکے ہیں مگر چونکہ خدانے ان کو بخش دیا یعنی سزا معاف کردی اس لئے ان کو مقدس کہا جاسکتا ہے۔ مگر یہ حالت صرف انبیاء ہی پر محدود نہیں ہے بلکہ ہر ایک ایماندار کو یہ حق دیا جاتا ہے۔اور یہ حالت بخشش والی منزل ہی پر ٹھہر نہیں جاتی بلکہ انبیاء اور ہر ایک مسیحی ایماندار جو "خدا سے پیدا ہوا ہے گناہ نہیں کرتا۔" (انجیل شریف خط اول حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۹)۔ یعنی بات صرف یہی نہیں ہے کہ خدانے اس کے گناہ معاف کر دیئے اور سزا ٹال دی بلکہ بڑی بات یہ ہے کہ وہ شخص پھر گناہ نہیں کرتا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نبی ہونے کی جو کیفیت ہم اوپر دکھلا چکے ہیں اسکی رو سے تو وہ ان معفور مقدسوں کی صف میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اب مرزا صاحب یا کوئی اور عصمت انبیاء پر اس غرض سے زور نہ دیں کہ عصمت میں اوروں کو بھی سیدنا مسیح کی مانند دکھلائیں یہ زور چل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انبیاء میں عصمت کی دونوں حالتیں الہیٰ ہیں مگر مسیح کی عصمت عطیہ الہیٰ نہیں ہے بلکہ الہیٰ کلمہ مجسم کی ذات مبارک کا ذاتی تقاضیٰ ہے۔ ظاہر ہے کہ بائبل اور قرآن میں فقط سیدنا عیسیٰ مسیح ایک شخص بیان کیا گیا ہے جو پیدائش میں معصوم تھے۔ جنہوں نے گناہ نہیں کیا۔ اور گناہ کی معافی نہیں مانگی۔ ایسا کر نہیں سکتا تھا۔ لہذا عصمت انبیاء کا عقیدہ اہل اسلام کی اپنی بناوٹ ہے۔ اور مرزا جی ناحق اور بے فائدہ اس کی حمایت میں پریشان ہو رہے ہیں۔ معاملہ صاف ہے کہ جس نے گناہ نہیں کیا۔ معصوم ہے باقی سب عاصی ہیں۔ اس میں فرقہ فضلیہ اور امامیہ اور حشویہ اور افضیوں کی جدید رائیں کچھ حقیقت نہیں رکھتی ہیں اگلے نبیوں کا اصل احوال بائبل میں موجود ہے اور اسی کا فیصلہ کافی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احوال ذنوب کے لئے قرآن کافی سند ہے۔